دسمبر کے بعد بھی
شہزاد قیس

دِسمبر کے بعد بھی

پرنٹ کرنے کا طریقہ

آسانی سے پڑھنے کے لیے آپ اس کتاب کو پرنٹ بھی کر سکتے ہیں۔ اس کی ڈیزائننگ اس طرح کی گئی ہے کہ پرنٹنگ میں کم سے کم کاغذ کا ضیاع ہو۔ پرنٹ کرنے کے لیے

1۔ اے فور (A4) یا لیٹر سائز کا کاغذ استعمال کیجیے۔

2۔ سائیڈ سے مارجن ختم کر دیجیے۔

3- پرنٹ ڈائیلاگ آپشنز میں ایک شیٹ پر دو صفحے منتخب کیجیے۔

4۔ پہلے ایک صفحہ پرنٹ کر کے دیکھ لیجیے۔ اگر صحیح پرنٹ ہو جائے تو باقی بھی کر لیجیے۔

شکریہ

دِسمبر کے بعد بھی

شہزاد قیسؔ

آپ اس ای بک کو بغیر کسی تبدیلی کے بلا معاوضہ تقسیم کر سکتے ہیں اور اپنے بلاگ یا ویب سائٹ پر بھی رکھ سکتے ہیں۔ دیگر کسی استعمال کے لیے info@SQais.com پر رابطہ فرمائیے۔ شکریہ

Free E-Book

You can freely distribute this E-Book unchanged for non-commercial purposes on any medium. For other usage please contact me at **info@SQais.com**. Thanks.

ضابطہ

نام کتاب	....	دِسمبر کے بعد بھی
شاعر	....	شہزاد قیس
نظرثانی	....	خانم شب زیدی
ناشر	....	یاسر جواد
پرنٹر	....	ڈیلٹا فوکس پرنٹرز، لاہور
ڈیزائنر	....	ریاض رحمان
اشاعت	....	دِسمبر 2016ء
قیمت	....	350/- رُوپے

آن لائن اہتمام

اُردو پبلک لائبریری

UrduPublicLibrary.com

اِنتساب

منجمد پلکوں کے نام

اَلمیہ

آج بے اِنتہا اُداس ہُوں میں
اور تم اِس کو شعر سمجھو گے

فہرست

عرضِ قیس

غالباً رات کے دو بجے ہوں گے کہ اَچانک ایک کمرے سے گوشت جلنے کی بُو آنے لگی۔ خوش گپیوں اور مٹر گشت میں مصروف طلبہ بطورِ تجسس اِس کمرے کی جانب کھنچے چلے آئے۔ جب کھٹکھٹانے پر کوئی جواب نہ ملا تو کسی عجیب خیال کے پیشِ نظر اُنہیں چٹخنی توڑنی پڑی۔

اندر کی دَردناک حیرانی نے پتھریلی آنکھوں سے بھی چشمے جاری کر دیئے۔ ایک نیم معذور نوجوان گہری نیند سو رہا تھا

مگر جلتا ہوا ہیٹر گرنے سے کمبل اور اس کی ٹانگیں سلگ رہی تھیں۔ بیچارے کی ٹانگیں کسی حد تک کام تو کرتی تھیں مگر ایک سانحے میں اس کا اعصابی نظام سُن ہو چکا تھا۔ چنانچہ اُسے بہت سے حصوں پر دَرد کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

یہ سچا دَرد اَفروز واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دَرد ایک نعمت ہے۔ بہت بڑی نعمت۔ دَرد ایک خطرے کی گھنٹی ہے جو متوقع نقصان سے خبردار کرتی ہے۔ اگر دَرد نہ ہوتا تو ہم خود کو برباد کر چکے ہوتے۔ دَرد ایک طرح سے یہ اچھی خبر دیتا ہے کہ ابھی پانی سر سے نہیں گزرا۔ مزید نقصان روکنے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دانش مندی کا تقاضا ہے کہ دَرد کی کسی بھی سطح کی ''خوش خبری'' کی وجہ دور کی جائے۔

خوشی کی طرح دَرد بھی شعور کی بنیادی علامت ہے۔ جہاں شعور نہیں وہاں دَرد نہیں۔ دَرد کُش ادویات ، دراصل

''شعور کُش'' ہوتی ہیں۔ جتنا زیادہ دَرد روکنا ہوا اتنا زیادہ شعور کو معطل کر دیا جاتا ہے۔ اور بعض آپریشنز تو مکمل بے ہوشی کے عالم میں ہی کیئے جاتے ہیں تا کہ جسم کے ساتھ کچھ بھی ہوتا رہے مگر ''دَرد'' نہ ہو۔ باقاعدگی سے دَرد کی گولی کھانے والے افراد اپنے ماحول سے کچھ کچھ لاتعلق سے بھی تو محسوس ہوتے ہیں۔

اگر دَرد ایک نعمت ہے تو عین ممکن ہے ہمیں دَرد کا بھی حساب دینا پڑے۔ ہوسکتا ہے ہم سے پوچھا جائے تم نے زندگی میں دَرد محسوس کیا کہ نہیں؟۔ کتنا دَرد کمایا، کس راہ میں خرچ کیا۔ کیا خبر منکرینِ دَرد کو ہی دَرد کے الاؤ میں ڈالا جائے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ چنانچہ دُنیا میں ''دَرد مندوں سے، ضعیفوں سے، محبت کرنا'' عالمِ وجود کے آخری مرحلے کے آخری پل کو پار کرنے میں سود مند ثابت ہوسکتا ہے۔

جس طرح لذتوں میں سب سے کم درجہ جسمانی لذات کا ہے اسی طرح دَرد کا کم ترین درجہ بھی جسمانی دَرد ہے۔ کسی کی ٹانگ ٹوٹے یا دِل، دونوں ہی تلخ واقعات ہیں مگر حساس انسان کے لیے ان میں سے کون سا جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے؟ جسمانی دَرد اپنی نوعیت میں سادہ ہوتا ہے اور ہم اس کو عام طور پر نظر انداز بھی نہیں کر سکتے۔ جسمانی دَرد پر ہمدَرد بھی فوراً میسر آ جاتے ہیں کیونکہ جسمانی دَرد مشینوں پر بھی ظاہر ہو سکتا ہے اور کسی کو دکھایا بھی جا سکتا ہے۔

زَخم سب کو دِکھا تو سکتے ہیں
آپ کا اِنتظار اُف توبہ

دِلچسپ امر یہ ہے کہ جسمانی دَرد کی ''کم زوری'' کے باوجود ''اب بھی'' کچھ استعماری طاقتیں جسمانی دَرد کی دھمکی دے کر انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ مگر محروم شدہ لوگ اپنے حق کے لئے جدوجہد کرنے

پر اس لئے مجبور ہوتے ہیں کہ ظلم برداشت کرنے پر ان کو جس شدید جذباتی اور روحانی کرب کا سامنا ہوتا ہے اس کے آگے کسی بھی قسم کا جسمانی دَرد ہیچ لگتا ہے۔

اَب کوئی دَرد، دَرد لگتا نہیں
ایک بے دَرد نے کمال کیا

رُوحانی دَرد کی بنیاد اپنی ذات کی بجائے کسی اور کے دَرد کو بعینہ محسوس کرنا ہے۔ یوں دَرد ہمیں کسی انسان کی رُوحانی ترقی کا بھی پتہ دیتا ہے۔ جو جتنا زیادہ دوسروں کا دَرد محسوس کر سکے وہ اتنا ہی قربِ خداوندی کا حامل ہو گا۔ کیونکہ خدا کو تو ہر ''شعور پارے'' کے دَرد کا ادراک ہوتا ہی ہو گا۔ روحانی کرب اپنی لطافت اور روحانی گہرائی کی وجہ سے جذباتی دَرد سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔ جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ برگزیدہ افراد انسانیت کے حال پر کتنا کرب محسوس کرتے ہیں۔

کائنات ایسی ہستیوں سے خالی نہیں ہے جو ''بظاہر'' اپنی پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں مگر پھر بھی دوسروں کی خاطر تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان کے اندر کا آفاقی اور روحانی دَرد ہے جو ان پر آرامِ جاں، حرام کر دیتا ہے۔ ایسے افراد لائقِ تعظیم تو ہیں مگر پرسکون زندگی گزارنے کے خواہش مند افراد کو ان سے ضروری فاصلہ رکھنے کی ''نصیحت اور وصیت'' کی جاتی ہے۔ کیونکہ زیادہ قریب ہونے پر ان کے دل کی لَو کسی کے بھی خودساختہ ''خرمنِ ذات'' کو جلا کر بھسم کر سکتی ہے۔ یوں حجابِ ذات ہٹ جانے سے ایک اچھا بھلا ''نارمل'' زندگی گزارنے والا فرد دوسروں کی تکالیف دور کرنے کا عزم لے کر دنیا تیاگنے پر ''خوشی خوشی'' مجبور ہو جاتا ہے۔

ان پراسرار وادیوں میں دائمی طفلِ مکتب ہونے کے ناطے اور بہت سی ''نورانی تنبیہات'' سے بچنے کے لئے مزید

لب کشائی سے پرہیز افضل الامر معلوم ہوتا ہے۔ ''خوش قسمتی'' سے رُوحانی دَرد کے حصول کے لیے خود ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے اور ہر شعوری نقطہ اپنے ارتقاء کے مطابق ہی رُوحانی دَرد وصول کرسکتا ہے۔

جذباتی دَرد یقینا جسمانی دَرد سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جبھی تو لوگ اس سے جان چھڑانے کو اپنے ہاتھوں اپنی شہ رگ تک کاٹ لیتے ہیں۔ جذباتی دَرد جسمانی نظام کو آنا فانا مکمل طور پر مفلوج کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کسی کی موت پر اس کے کسی عزیز کے صدمے سے ہی مرجانے کا کوئی نہ کوئی واقعہ ہم سب نے سن رکھا ہے۔ لیکن جذباتی دَرد کے دھیمے دھیمے، دُور رَس عواقب بھی کم خطرناک نہیں ہیں۔

جب کسی تلخ واقعے سے پیدا ہونے والے جذباتی دباؤ کا ''انعکاس'' نہ ہوسکے تو عارضی طور پر اِس ''تلخ توانائی کی گیند''

کو جسم میں ہی کسی مقام پر ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔ تاہم اِس کا مستقل طور پر جسم میں رُکے رہنا جسمانی افعال کے لیے نقصان دہ ہے۔ چونکہ ہمارے لاشعور کا بنیادی کام جسم کا دفاع ہے اس لیے مختلف مواقع پر ہمیں اس تلخ توانائی کی یاد دلائی جاتی ہے۔

آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ کسی وقت ہم بہت خوشگوار موڈ میں ہوتے ہیں کہ اچانک یادِ ماضی افسردہ کر جاتی ہے۔ یہ تلخ یاد، دراصل لاشعور کی اس توانائی کو جسم سے باہر نکالنے کی کوشش ہوتی ہے۔ مگر ہم بجائے اس کے کہ جوشِ خوشی سے اس پر غلبہ پا لیں یا معاف کر کے بھول جائیں اس کے اثر میں اپنی موجودہ خوشی غارت کر دیتے ہیں۔ انتظامی نظام کو مجبوراً وہ تلخ توانائی دوبارہ جسم میں رکھ دینی پڑتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہی ''منجمد تلخیاں'' جسم کو لے ڈوبتی ہیں کیونکہ ''تن درستی'' بہاؤ اور روانی کا نام ہے۔

تلخ یادوں اور بیماریوں کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بچپنے کی بیماریوں کی تعداد برائے نام ہوتی ہے مگر بڑھاپا خود ایک بیماری گنا جاتا ہے۔شاید اس لیے کہ بڑھاپے میں جسم کو اِک عمر کی تلخ یادوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے وگرنہ رُوح تو کبھی بوڑھی نہیں ہوسکتی۔جسم کے تمام خلیے بھی اَز سرِ نو جنم لیتے ہی رہتے ہیں۔لیکن جذباتی طور پر ہمیں دن بدن تلخ یادداشتوں کے وسیع ہوتے ہوئے انبار سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ؂

موت بھی **قیسؔ** سُود مند رہی
یادِ جاناں سے جان چھُوٹ گئی

دَرد کی اِسی کثیر جہتی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے دَرد کی چند اقسام پر مشتمل یہ شعری مجموعہ ''دسمبر کے بعد بھی'' کے عنوان سے زیرِ ترتیب ہے۔اس میں دشتِ دَرد کی غم آور وسعتوں میں بکھرے ہوئے رنج و آلام کی گل چینی کرنے کی ''اپنی سی

کوشش'' کی گئی ہے۔ یادِ ماضی کے ذاتی اور آفاقی کھنڈرات کی کھدائی کر کے خزاں، تنہائی، شبِ غم، پردیس، جفا، یاس اور ہجر جیسے زندہ درگور جذبات کو الفاظ کا سہارا دے کر کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر آپ نے کبھی دل کی گہرائی سے کوئی دَرد محسوس کیا ہے تو یادِ جاناں کے اِن حنوط شدہ اوراق میں آپ کو قدم قدم پر کچھ کچھ اپنی ''آپ بیتی'' سسکیاں لیتی ہوئی نظر آئے گی۔ مگر جوں جوں پڑھتے جائیں گے آپ کو یقین ہوتا جائے گا کہ کئی اشعار تو صرف اور صرف آپ کو ذہن میں رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اگر یہ ''دَرد پارے'' آپ کے کسی زَخم کے پیامبر بن سکیں تو میں سمجھوں گا میری مشقت رائیگاں نہیں گئی۔

31 دسمبر 2010 کی انتہائی تاریخ سے آغاز ہونے والا میرا ویب سائٹ (SQais.com) بھی ایک طرف

اوجِ انتظار کا مظہر ہے تو دوسری طرف نویدِ طلوعِ سالِ نو بنتے ہوئے حیاتِ نو پر ایمانِ مکرر کی توحیدی شدت کا اظہار بھی ہے۔
''شبِ یلدا''، سال کی طویل ترین شب ضرور ہے مگر اکیلی ہے۔ جو شبِ یلدا کو سحر کر لے وہ روشنی پا کے رہے گا۔ پھر عمر بھر اُسے نہ فقط کوئی عام شب تسخیر نہیں کر سکتی بلکہ وہ دوسرے ''شب زَدوں'' کے لیے بھی نوری مینار بن سکتا ہے۔

میں تخلیقی عمل میں قاری کو بیج سے باغ تک اس لئے شامل رکھنے کا قائل ہوں کہ ایک تو اس کے بغیر چندگانہ ذہنی اور زمانی ''بُعد'' پیدا ہو سکتا ہے۔ دوسرے ہر لفظ اور خیال کے اصلی اور دائمی وارثین اس کے قارئین ہی ہوتے ہیں۔ مرزا غالب کے اصلی وارث تو پتہ نہیں انہیں یاد کرتے ہوں گے کہ نہیں لیکن ان کے قلمی وارث آج بھی دنیا کے گوشے گوشے میں دل کی گہرائیوں سے مرزا کے لیے ''واہ صاحب واہ'' کی صدا بلند

کرتے ہیں۔ اس لیے میری تمام تصانیف میرے قارئین، قریبی عزیزوں، دوستوں اور اسٹاف کی حوصلہ افزا تنقید سے بھرپور ماحول میں ہی ''پیش جنمی'' سے وُجود اور نوجوانی سے متانت تک کا سفر طے کرتی ہیں۔ یوں ہم سب ایک تہذیب پارے کی ترقی کے چشم دید گواہ بن جاتے ہیں۔

اِسی روایت کے پیشِ نظر اس زیرِ ترتیب مجموعے پر بھی آپ کی بے لاگ رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ آپ مجھ سے میرے سائٹ یا فیس بک پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ ''خوش'' رہیے۔

شہزاد قیسؔ۔ لاہور

خود سے نہیں فرار ، دِسمبر کے بعد بھی
نہ موت ، نہ قرار ، دِسمبر کے بعد بھی

نیزوں پہ اَب کے ایسے چڑھے اَدھ کھِلے گلاب
زَخموں پہ ہے بہار ، دِسمبر کے بعد بھی

اَبدی فقیر کر گئی ، تقدیر کی لکیر
دامن ہے تار تار ، دِسمبر کے بعد بھی

یخ بستہ مٹھیوں میں لئے غم کے زَرد پھول
دِل محوِ اِنتظار ، دِسمبر کے بعد بھی

گُل کے قصیدے چھوڑ دے ، نادان عندلیب
روئے گی زار زار ، دِسمبر کے بعد بھی

صیاد کے مفاد میں ، کترے گا اَپنے پر
زِنداں پسند یار ، دِسمبر کے بعد بھی

میں تو سُکون کے لئے رویا تھا کھل کے **قیسؔ**
اَندر ہی تھا غُبار ، دِسمبر کے بعد بھی

○

شعر پڑھتے ہو جو اَبھی تنہا
شعر لکھو گے تم کبھی تنہا

منزلیں ہجر خلق کرتی ہیں
ہو گئے ہم سفر سبھی تنہا

ایک شمع بجھی اور ایسے بجھی
بزم کی بزم ہو گئی تنہا

سائے برداشت سے بُلند ہُوئے
زَرد پرچھائیں رو پڑی تنہا

دُشمنوں کو بھی رَب دِسمبر میں
نہ کرے ایک پل کو بھی تنہا

ذات کے ''ہاوِیہ'' میں گرم رہے
برف ، اِحساس پر جمی تنہا

ساتھ دُنیا کے چل سکے نہ **قیسؔ**!
کر گئی ہم کو سادَگی تنہا

ہچکی زَدہ گلاب ، دِسمبر کے بعد بھی
دُشمن ہے ماہتاب ، دِسمبر کے بعد بھی

غم بھولتے نہیں ہیں ، خوشی مانتی نہیں
پانی لگی شراب ، دِسمبر کے بعد بھی

باغوں سے زَرد پتّوں کی ہجرت کے باوُجود
غم دِل کو دَستیاب ، دِسمبر کے بعد بھی

اہلِ نظر کو گنجِ معانی ہے رَنج کا
دِل کی کھلی کتاب، ''دِسمبر کے بعد بھی''

دِل ایسا زَرد رُو ہے کہ جس پر پھر عمر بھر
آیا نہ اِنقلاب ، دِسمبر کے بعد بھی

کس نے کہا تھا تجھ سے اُداسی کو گود لے
میں خود سے لاجواب، دِسمبر کے بعد بھی

ٹھنڈی زَمیں پہ بیٹھ کے دو اُنگلیوں سے **قیس**
کرتے رہے حساب، دِسمبر کے بعد بھی

ابھی نیا ایڈیشن حاصل کریں

جب تلک لکھنے والا زِندہ ہے
ہر غزل ناتمام ہے صاحب

چونکہ میں اپنے کلام میں ترمیم و اضافہ کرتا رہتا ہوں اس لیے ہوسکتا ہے اب اس کتاب کا نیا ایڈیشن آ چکا ہو۔ ابھی اس لنک کے ذریعے نیا ایڈیشن ڈاؤن لوڈ کیجیے۔

SQais.com/QaisDecember.pdf

اُجڑے ہُوئے گلاب پہ تتلی نے دے کے جان
شاید کہا کہ پیار ہے جسموں سے ماوَرا

سمندر آنکھ میں اُترا ہُوا ہے
خدا جانے یہ دِل کو کیا ہُوا ہے

تمہاری یاد کے گھاؤ کو کھولا
لگا کہ آج ہی پیدا ہُوا ہے

کہانی میں جہاں دو راستے تھے
وُہ صفحہ بخت نے پھاڑا ہُوا ہے

یہ میری بد دُعا ہرگز نہیں تھی
سنا ہے اُس کے گھر بیٹا ہُوا ہے

اُداسی سسکیوں سے لڑ رہی ہے
اَگرچہ جو ہُوا اَچھا ہُوا ہے

جہنم کی ضَرورَت کیا تھی مولا
زَمیں پر ہجر جو رَکھا ہُوا ہے

اِشاروں سے کیا ہے **قیسؔ** ماتم
مقدر گود میں سویا ہُوا ہے

O

آخری خط نہ پڑھ سکا میں بھی
آس کیا دیتا رو دِیا میں بھی

صرف سننے کی تاب تھی شاید
وُہ بھی خاموش، چپ رہا میں بھی

آج وُہ ''آپ'' پر ہی ٹھہرا رہا
فاصلہ رَکھ کے ہی ملا میں بھی

اَوڑھ لی اُس نے چہرے پر رَونق
سامنے سب کے خوش رہا میں بھی

وُہ بھی اُلٹی کتاب پڑھنے لگا
کل کے اَخبار میں چھُپا میں بھی

گڑیا، گڈے کا کھیل تھا شاید!
مطمئن ہو کے سو گیا میں بھی

ہر طرف لیلیٰ لیلیٰ ہوتے دیکھ
بن گیا **قیسؔ** بے وَفا میں بھی!

اس کتاب کا مکمل متن حاصل کریں

اگر آپ اپنی وال، پیج یا گروپس میں یہ شاعری پیش کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی سہولت کے لیے اس کتاب کی تازہ ترین ٹیکسٹ فائل موجود ہے۔ یوں ایک تو آپ کو ٹائپنگ کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔ دوسرے مستند اور غلطیوں سے پاک تازہ ترین متن دستیاب ہوگا۔

SQais.com/QaisDecember.txt

کھُل کے رولوں تمہاری بانہوں میں
دلِ ناداں کی بس یہ حسرت ہے

چھوڑ کے اَپنا نگر، دِل تو کدھر جاتا ہے
پھول، ٹَہنی سے بچھڑتا ہے، بکھر جاتا ہے

یہ جُدائی کا سمندر ہے، کوئی جھیل نہیں
تیرتے تیرتے اِنسان گزر جاتا ہے

لوٹ آنے کا اِرادہ تو سبھی رَکھتے ہیں
کوئی قسمت کا دَھنی، پاؤں پہ گھر جاتا ہے

ہم کئی نسلوں سے پردیس میں مقبوضہ ہیں
جو پدر لَوٹ کے آتا ہے پسر جاتا ہے

عید کا چاند، اُداسی کا طلسماتی چراغ
یوں چمکتا ہے کہ دِل ہُوک سے بھر جاتا ہے

وَقتِ رُخصت جو کسی اَشک کو روکا جائے
عمر بھر کے لیے، آنکھوں میں ٹھہر جاتا ہے

قیسؔ پردیس میں جاں جانے کا مطلب یہ ہے
ضبط گر حد سے بڑھے، آدمی مر جاتا ہے

قبر میں زِندہ گاڑ دیتا ہے
صبر، اینٹیں اُکھاڑ دیتا ہے

عشق پرچھائیں جس پہ آ جائے
دو جہاں چھوڑ چھاڑ دیتا ہے

صرف اِک دِل کا رونا روتے ہو
غم تو بستی اُجاڑ دیتا ہے

تتلیاں چھوڑنے سے پہلے سخی
پنکھ قدرے اُکھاڑ دیتا ہے

شوق "ہَل من مزید" کہتا ہے
عشق ، دامن کو جھاڑ دیتا ہے

وَقت سے تین ، پانچ مت کرنا
وَقت ، حلیہ بگاڑ دیتا ہے

لکھ کے دِل بیتیاں لہو سے **قیسؔ**
خشک ہوتے ہی پھاڑ دیتا ہے

اپنی کتاب آن لائن شائع کریں

یہ کتاب **اُردُو پبلک لائبریری** کے تحت شائع کی گئی ہے۔ **اُردُو پبلک لائبریری** آپ کی کتب کی آن لائن اشاعت کا شاندار ذریعہ ہے۔ جہاں سالانہ قلیل معاوضے کے عوض آپ کی کتاب ایک معتبر سائٹ کے ذریعے ماہانہ لاکھوں قارئین تک پہنچ سکتی ہے۔ اگر آپ کی کتاب پہلے سے سوشل میڈیا یا ذاتی ویب سائٹ پر موجود ہے تب بھی **اُردُو پبلک لائبریری** پر اس کی اشاعت سے اسے ہزاروں اضافی قارئین اور میڈیا رینکنگ میسر آ سکتی ہے۔

ہم اکثر موصول شدہ کتب شائع کرنا چاہتے ہیں تاہم تمام کتب شائع نہیں کی جاسکتیں۔ آپ اپنی کتاب ریویو کے لیے بھجوائیں۔ اگر وہ ہمارے معیار اور قارئین کے پسندیدہ موضوعات کی فہرست میں پوری اتری تو اسے ضرور شائع کیا جائے گا۔ مزید رابطے کے لیے تحریر فرمائیے

Info@Urdu**Public**Library.com

وعدہ کسی کا جیسے دِسمبر کی دُھوپ تھی
لازِم ترین موقعے پہ پورا نہ ہو سکا

آتشِ دِل کو جب ہَوا دُوں گا
شمع ہر آنکھ میں جلا دُوں گا

کرب کا وُہ اَثاثہ رَکھتا ہُوں
حشر جب چاہوں گا اُٹھا دُوں گا

زَخم ، ویسے تو میں دِکھاتا نہیں
تم کہو تو غزل سنا دُوں گا

میں کبھی سوچتا تھا تُو نہ ملا
تو زَمین آسماں ہلا دُوں گا

ہنسنے والے ! نہ چھیڑ زَخموں کو
کھل گئے تو لہو رُلا دُوں گا

عمر کا جام بھر دے اے ساقی !
میں تجھے عمر بھر دُعا دُوں گا

موت کا تو یقیں ہے **قیسؔ** مجھے
لیلیٰ کو کس طرح بھلا دُوں گا ؟

جو پھول گر گیا اُس کو اُٹھانا ٹھیک نہیں
یہ ہاتھ چھوڑ دے، میرا چھڑانا ٹھیک نہیں

میں لڑکی ہوتی تو اِس وَقت پھُوٹ کر روتی
میں مرد ہُوں مرا آنسو بہانا ٹھیک نہیں

میں بے وَفائی کا اِلزام خود پہ لے لوں گا
وُہ بے وَفا ہے اُسے یہ بتانا ٹھیک نہیں

صلیبِ قبر پہ یارو لہو سے لکھ دینا
کہ آزمودہ کو پھر آزمانا ٹھیک نہیں

غزل کو وُہ بھی پڑھیں گے، وُہ "شعر" رہنے دُوں
کہ اَب تو شکوہ بھی اُن کو سنانا ٹھیک نہیں

مرے مسیحا کو کوئی یہ کاش سمجھا دے
جو جاں وَبال ہو اُس کو بچانا ٹھیک نہیں

میں مانتا ہوں سفینہ جلانا جبر ہے پر
چراغ **قیس** ہمیشہ بجھانا ٹھیک نہیں

ہاتھ سے تحریر شدہ شاعری کا تحفہ

ہر ماہ محدود تعداد میں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی شاعری یا کتاب دوستوں کی خدمت میں قرعہ اندازی کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔ اگر آپ یہ تحفہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس ای میل پر رابطہ کیجیے

Gift@**SQais**.com

وُہ دِسمبر کا کرب کیا جانیں
عشق سے جن کا لینا دینا نہیں

ضَروری کام اِک بھُولا ہُوا ہے
نجانے کب سے یہ سوچا ہُوا ہے

وُہ شب کا کھانا لے کر آ گئے ہیں
اَبھی تو ناشتہ رَکھا ہُوا ہے

اَچانک آئینہ حیرت سے بولا
تمہیں پہلے کہیں دیکھا ہُوا ہے

مرا کمرہ یہ کہنا چاہتا ہے
ترا جیون بہت بکھرا ہُوا ہے

کئی بار اُنگلیوں کو گن کے جانا
قلم تو ہاتھ میں پکڑا ہُوا ہے

مجھے تتلی نے اَگلے دِن بتایا
قلم گلدان میں رَکھا ہُوا ہے

خیال اَپنا نہ رَکھوں **قیسؔ** لیکن
کسی نے کام یہ سونپا ہُوا ہے

مُنقَسِم ، اَجنبی ، دُکھی ، تنہا
غالباً آج ہیں سبھی تنہا

پیڑ کیا جانیں دَردِ آدم زاد
پیڑ ہوتے نہیں کبھی تنہا

صرف اِنسان ساتھ چاہتا ہے
صرف اِنسان دائمی تنہا

دو فرشتو ! تمہارے ہوتے ہُوئے
زِندگی بھر مری کٹی تنہا

یاد بھی ’’ دیکھا ! ‘‘ کہہ کے لوٹ گئی
پھُوٹ کر روئی بے بسی تنہا

خواب میں بھی اَکیلا ہوتا ہُوں
زِندگی اِتنی کاٹ لی تنہا

اَپنے جیسا تلاش کرتے ہیں
قیسؔ ہم جیسے آج بھی تنہا

لوگو! سُنو وُہ کیا مجھے کل رات دے گیا
کاغذ کے پنکھ، اَبر کے جذبات دے گیا

بے چینی کی دِہکتی سَلاخیں وُجود کو
ٹھنڈی ترین راتوں کو برسات دے گیا

نقشہ کٹا پھٹا ہُوا ، صحرائے برف میں
اَشکوں سے تر سفینہ مرے ہاتھ دے گیا

مجھ سے ذِرا سے پیار کا ، کر کے مطالبہ
شدت پسند ، دَرد کی بہتات دے گیا

ہونٹوں سے پوجتا رہا پلکیں تمام رات
کاجل چرا کے نم بھری سوغات دے گیا

دُنیا میں اَب کسی سے گزارہ نہیں مرا
اِس دَرجہ خود پسند خیالات دے گیا

وُہ سوچتے تھے ، غم کے فلک پر کھڑے ہیں وُہ
اِک دوست آج **قیسؔ** کی کلیات دے گیا !

میری کتاب خریدیئے

آنکھ بند کر کے لیجیے وہ کتاب
قیسؔ کا جس پہ نام ہے صاحب

آپ میری کتاب **لیلیٰ** خریدنے کے لیے علم و عرفان پبلشرز۔ 40 الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور تشریف لائیے یا گھر بیٹھے کیش آن ڈیلیوری کے لیے فون آرڈر کریں۔ قیمت 300 روپے بمعہ ڈاک خرچ۔ 144 صفحات۔ 330 گرام

Phone:0092-42-37232336,37352332

نوٹ: کچھ آٹوگرافڈ کاپیاں بھی موجود ہیں مگر ان کے لیے جلد آرڈر کیجیے

جوان شاخوں پہ ہنستے پرندے کیا جانیں
اِہم ترین شجر باغ کا اَکیلا ہے

قدرت کا اِنتقام ، دِسمبر کی سَرد رات
مقتل ہے گام گام ، دِسمبر کی سَرد رات

پتوں کا رَنگ اُڑ گیا، دیکھی جو غور سے
دِل پر اُترتی شام ، دِسمبر کی سَرد رات

وَحشی خزاں کی سبز قدم فوج نے کئے
جھڑنے تلک غلام ، دِسمبر کی سَرد رات

موسم کے ساتھ مل کے،غموں نے شروع کیا
خوشیوں کا قتلِ عام، دِسمبر کی سَرد رات

اِک منجمد پرندے پہ، پتوں کی تہہ لگی
چلتا رَہا نظام ، دِسمبر کی سَرد رات

لب کپکپائے ، یاس بھری پلکوں سے گرا
ٹِپ ٹِپ تمہارا نام ، دِسمبر کی سَرد رات

مفلوج ہیں خیال و بدن ورنہ جانِ قیسؔ!
مر جانے کا مقام ، دِسمبر کی سَرد رات

سَوا نیزے پہ چاند آیا ہُوا ہے
دَرَختوں پر دُھواں بیٹھا ہُوا ہے

جماہی لے کے پرچھائیں نے سوچا
یہ بندہ آج بھی جاگا ہُوا ہے

تر و تازہ ہے کیوں جن زاد آخر
پری کا رَنگ کیوں اُترا ہُوا ہے

اِشارے سے کسی مخفی نے پوچھا
یہاں کچھ دیر پہلے کیا ہُوا ہے؟

کسی ڈھانچے نے زَخمی سرسراہٹ
کو سیدھے پاؤں سے باندھا ہُوا ہے

فقط مجھ کو نظر آتا ہے لیکن
چھلاوہ راہ میں بیٹھا ہُوا ہے

چڑیلیں رَقص کرتی پھر رہی ہیں
کسی مردے کے گھر بچہ ہُوا ہے

سمندر پر ذِرا بھی شک نہ کرنا
سمندر میں نے خود دُھویا ہُوا ہے

تمہارے پاؤں سیدھے ہو گئے ہیں
مگر دانتوں پہ دِل چپکا ہُوا ہے

بَلا نے کھوپڑی میں کچھ اُنڈیلا
کلیجہ پاؤں میں پکڑا ہُوا ہے

بڑے مکڑے نے ناگن مار ڈالی
مَرے چوزے پہ وُہ جھگڑا ہُوا ہے

بہت دِن بعد شاید لاش آئی
کئی قبروں نے منہ کھولا ہُوا ہے

کسی کو کیا خبر بد رُوح میں بھی
کوئی اِنسان ہی رُوٹھا ہُوا ہے

سبھی گھڑیوں میں یکساں نَقص کیسے
یقیناً وَقت ہی ٹھہرا ہُوا ہے

کسی آواز نے گھبرا کے سوچا
یہ شاعر ہے تو پھر پہنچا ہُوا ہے

میں کالے علم کا ماہر نہیں ہُوں
کسی گوری سے کچھ سیکھا ہُوا ہے

نجانے کیا عقیدہ ہو بَلا کا
نشاں ہر دین کا رَکھا ہُوا ہے

بَلا نے ہنس کے اُنگلی سے بتایا
یہاں سے دائرہ ٹُوٹا ہُوا ہے

میں اُس کے بس میں ہُوں، ہمزاد اُس کا
مرے ہمزاد کو چمٹا ہُوا ہے

بہت سے سائے پیچھے آ رہے ہیں
اِک عالم رُوح تک سہما ہُوا ہے

جہانِ شعر ہے آسیب نگری
مجھے بھی شعر اِک چمٹا ہُوا ہے

غزل یہ **قیسؔ** کب لکھی ہے میں نے
مرا سر اِس لیے گھوما ہُوا ہے

تحفہ دیجیے

تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے۔آپ یہ کتاب ابھی اپنے کسی بہترین دوست کو ای میل کے ذریعے تحفے میں بھیج سکتے ہیں ۔یوں نہ فقط آپ اس خوبصورت پیغام کو آگے بڑھانے میں میری مدد کریں گے بلکہ آپ کا دوست بھی اس تحفے پر آپ کا شکر گزار رہو گا۔

شکریہ

سیاہ شب میں جو پلکوں پہ غم نہانے لگے
مٹے وُجود مرا کاندھا تھپتھپانے لگے

خوشی خوشی ہوں جدا، یہ بھی اُس کی خواہش تھی
صدا کا گھونٹا گلا، ہونٹ تھرتھرانے لگے

بغیر اُس کے مجھے بھی قرار آ جائے
جو مچھلی ریت پہ ساحل کی مسکرانے لگے

وَفا کا غیر کو محکم یقیں دِلانا تھا
وُہ میری خون سے لکھی غزل سنانے لگے

وَرَق میں لپٹا ہُوا تھا بہت ہی خشک گلاب
کسی کی یاد کے جگنو سے ٹمٹانے لگے

بدن کا کیا ہے یہ مر کر سُکون پا لے گا
مگر جو رُوح پہ تا عمر تازِیانے لگے

خطا بڑی ہی کوئی رُوح سے ہُوئی ہے **قیسؔ**
صلیبِ جسم پہ جو موت تک چڑھانے لگے

جام ، غم کو ڈُبو نہیں سکتا
کچھ بھی ہو، دِل تو سو نہیں سکتا

میری طاقت سے، بڑھ کے صدمہ دے
میں تمام عمر ، رو نہیں سکتا

اور اَب کچھ بھی ، میرے پاس نہیں
اور اَب کچھ بھی ، ہو نہیں سکتا

یار! اَب نہ ملو تو بہتر ہے
اَب کسی کو میں کھو نہیں سکتا

پھر سے ملنے کا، وعدہ جھوٹ سہی!
اُن کی ، پلکیں بھگو نہیں سکتا

یہ "نمک پاشی" ہے، اَرے پاگل!
اَشک ، زَخموں کو دُھو نہیں سکتا

قیسؔ ! وہ اَب کبھی نہ آئے گی
سادہ دِل بولا : "ہو نہیں سکتا"

فِراق ، دَرد ، اُداسی ، جنون ، کرب ، نمی
وُہ کر کے غم سے مجھے مالا مال لَوٹ گئی

فلک کا پکڑا گریبان بھی دُعاؤں میں
تمہارے بعد نہ آئی قبولیت کی گھڑی

تمہارے غم نے ہر اِک روشنی کو ڈھانپ لیا
شبِ فراق میں برکت تھی، عمر بھر نہ ڈھلی

خوشی کے آنسو کسی کی جھلک نے اِتنے دیئے
چھلکتی رہتی ہے پلکوں سے آج تک وُہ خوشی

یہ عمر جیسے پیازوں کو چھیلتے گزری
ملا بھی کچھ نہیں ، بے سود آنکھ جلتی رہی

تمہارے بعد سفر دُھندلکے میں کٹتا رہا
بہاروں نے بھی عطا کی ہے سُچّے غم کی لڑی

یہ کہہ کے قیسؔ بہشتی حرم کو چھوڑ گیا
مرے خدا! مجھے دُنیا میں لیلیٰ کیوں نہ ملی

تمام کلام ایک پیج پر

اب میری تمام کتب کا مکمل متن ایک ہی صفحے پر دستیاب ہے۔

اس صفحے کی مدد سے:

آپ کسی موضوع/لفظ پر میرا تمام کلام فوری دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً آپ کو بارش کے موضوع پر اشعار درکار ہیں تو ویب سائٹ کی بھول بھلیوں میں ڈھونڈنے کی بجائے ایک ہی جگہ سرچ کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ بارِش کے موضوع پر میرے گیارہ اشعار موجود ہیں۔

آپ کو کسی غزل کا کوئی مصراع/لفظ یاد ہے تو اس کی تلاش کر سکتے ہیں۔

ہر کتاب کا تمام متن یکجا موجود ہے تو اس حساب سے کاپی، پیسٹ کر سکتے ہیں۔

آپ اس صفحے کو اپنے پاس آف لائن مطالعے کے لیے محفوظ کر سکتے ہیں۔

آپ یہ صفحہ اپنے ویب سائٹ یا گروپ ڈاکومنٹ میں شامل کر سکتے ہیں۔

آپ کسی اور دوست کو ارسال کر سکتے ہیں۔

لنک ملاحظہ فرمایئے:

SQais.com/all.html

دوستوں پر جو مان کرتا تھا
دَفن کرنا ہے اُس کو، چندہ دیں

تمہارا چہرہ کیوں اُترا ہُوا ہے
یہ دِل پیدائشی ٹُوٹا ہُوا ہے

یہ دَھڑکن جبر ہے سانسوں کا وَرنہ
مرا دِل اِک جگہ ٹھہرا ہُوا ہے

یقیناً ہم ہی تھے حق الیقیں بھی
یقیناً ہم کو ہی دھوکا ہُوا ہے

مرے چہرے سے کیوں روتا ہے پاگل
اَبھی تو غم بہت روکا ہُوا ہے

زَبانی حکم کو دُنیا نہ مانی
قلم تقدیر کا ٹوٹا ہُوا ہے

مجھے کل تک کی مہلت دے فرشتے
ہِرن لیلیٰ کا آج آیا ہُوا ہے

کسی نے یوں کیا ہے **قیسؔ** ماتم
مجھے دم توڑ کر صدمہ ہُوا ہے

وعدوں کا حشر دیکھا ، حیا منہ چھپا گئی
لیلیٰ ! ترے قبیلے سے ، روتی وَفا گئی

یادوں کا تیر، دَرد کے مشکیزے پر لگا
تنہا ترین اُداسی ، مقدر پہ چھا گئی

دیوانہ اِتنا رویا کہ صحرا چھلک اُٹھا
دامن میں اَوس بھر کے چمن کو صبا گئی

ہم کشتیاں جلانے کے ''ماہر'' تو تھے مگر
اِس بار گھر جلانے کی نوبت بھی آ گئی

اَپنے خطوط لیتے ہی شعلہ دِکھا دِیا
میرے خطوط، صحن میں میرے دَبا گئی

لیلیٰ کی اِس ''عطا'' پہ، سخاوت کو ناز ہے
مجھ کو مری لحَد کا مُجاوِر بنا گئی

یہ رَنج موت تک رَہا، دامن میں **قیسؔ** کے
لیلیٰ ''خوشی'' سے رَسمِ زمانہ نبھا گئی

میرا سائٹ ملاحظہ کیجیے

گزارش ہے کہ میں نے حال ہی میں اپنا سائٹ پر اپ ڈیٹ کیا ہے۔ آپ جیسے ادبی ذوق رکھنے والے فرد کی رائے نہ صرف میرے لیے بہت اہم ہے بلکہ اپنے کام کو آگے بڑھانے میں بھی نہایت مددگار ہوگی۔

چنانچہ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو فرصت میں میرا سائٹ ملاحظہ کیجیے۔ سائٹ کا لنک یہ ہے۔

SQais.com

اس زحمت پر آپ کا پیشگی ممنون ہوں۔

بچھڑتے وَقت قسم لی تھی زِندہ رہنے کی
تو گویا جانتا تھا اِتنا دَرد ہو گا مجھے!

○

رَسم ہے ، سو نبھانا چاہتا ہے
دِل کہاں مسکرانا چاہتا ہے

دائرہ تنگ کر رہے ہیں غم
اور اَب تُو بھی جانا چاہتا ہے؟

حجتِ عقل ماننے والو !
دِل ، ’’ کلیجہ‘‘ دِکھانا چاہتا ہے

یہ سمندر ہیں اَشک دَھرتی کے
وَقت ہم کو بتانا چاہتا ہے

دِل کی حالت نہ پوچھیے صاحب
پھوٹنے کا بہانہ چاہتا ہے

آہ! وُہ میرے عشقِ صادِق کو
عمر بھر آزمانا چاہتا ہے

زِندگی کی طلب نہیں اَب **قیسؔ**
صرف وعدہ نبھانا چاہتا ہے

جو نہ آیا اُسی پیغام پہ رونا آیا
دَرد کی شدّتِ اِلہام پہ رونا آیا

بُت جو ٹُوٹا مجھے دیوار نے بڑھ کر تھاما
جانے کب تک کسی بدنام پہ رونا آیا

ضبط کا کالا کفن ، دَرد کا رُومال بنا
سر کٹی آس کو جب شام پہ رونا آیا

باندھ کر لے گئے دِل سونے کی ہتھکڑیوں میں
منصفانہ سہی ، نیلام پہ رونا آیا

سب مجھے جانتے ہیں اور مرا کوئی نہیں
پھُوٹ کر شہرتِ گمنام پہ رونا آیا

ہجر، بے چارگی، اَفسوس، ندامت، غصہ
آج غم کی سبھی اَقسام پہ رونا آیا

دِل لگانے کی خطا بھول نہیں پاتا **قیسؔ**
ماں ترے صبح کے بادام پہ رونا آیا

فین پیج لائک کیجیے

اگر آپ فیس بک پر ایکٹو ہیں تو میرے فین پیج پر تشریف لائیے۔ یہاں بہت سا تازہ کلام اور دیگر احباب کی ڈیزائن کردہ تخلیقات شائع ہوتی رہتی ہیں۔پیج کو لائک کر کے نوٹیفیکیشن آن کرلیں تو تمام اپڈیٹس ملتی رہیں گی۔شکریہ

FB.com/**SeeQais**

طویل عُمر مجھے دے کے رَب نے اِتنا کہا
غموں کے شَہر میں تُم کو گزارنی ہو گی

موت حیران کُن پہَیلی ہے
اور یہ زِندگی نے کھیلی ہے

صرف دِل داؤ پر لگایا تھا
آپ نے جان ساتھ لے لی ہے

ایک تنہائی ، دُوسری دَھڑکن
شاعری ، تیسری سہیلی ہے

سانس ہی اُن کی زعفرانی نہیں
زُلف بھی عنبریں چنبیلی ہے

مسکراؤں تو ''طعنے'' دیتا ہے
رَنج ، بچپن سے یار بیلی ہے

موت کا بہترین وَقت ہے یہ
سَر تلے لیلیٰ کی ہتھیلی ہے

قیسؔ میں اور زِندہ رِہ لیتا
آسمانوں پہ وُہ اَکیلی ہے !

O

تجھ کو ستم کا حوصلہ ، مجھ کو جگر دِیا
تقدیر نے حساب برابر تو کر دِیا

کعبہ سے بھی گیا میں ،کلیسا سے بھی گیا
اِک بُت نے بُت پرستی پہ دُہرا اَجر دِیا

مُدّت کے بعد بھیجا ہے اُس نے سلامِ نو
اَشکوں نے اِک چٹان میں سُوراخ کر دِیا

لب سی لئے تو پایا ہے لفظوں میں یہ اَثر
سیپی کو بند ہونے پہ رَب نے گہر دِیا

کتنے عجیب لگتے ، گلی میں تمام رات
مولا تمہارا شکر ہے ، رونے کو گھر دِیا

کوئی دَلیل ڈُھونڈ نہ پایا تو اَگلے دِن
اُس نے مرے خلوص پہ اِلزام دَھر دِیا

دِلچسپ موڑ آ چلا تھا داستاں میں **قیسؔ**
اُس نے حسین سپنے سے بیدار کر دِیا

ڈیزائنڈ شاعری

میرے سائٹ پر موجود اس سیکشن میں مختلف ڈیزائنرز کی خوبصورت فنی کاوشوں سے تیار کردہ ہزاروں ڈیزائنز موجود ہیں۔ حسب فرصت ملاحظہ فرمائیے

SQais.com/Designed-Poetry

پنجرہ
جسم اُس نے دِیئے کہ تنہائی
قرب میں عنقریب ہو نہ سکے

مرا کمرہ مرا دیکھا ہُوا ہے
مرے کمرے میں یکدم کیا ہُوا ہے

کسی کو گھر بلاتا تو نہیں ہُوں
یقینا زَلزلہ آیا ہُوا ہے

دِسمبر کا مہینہ ہو گا چونکہ
پرندہ دُھوپ میں بیٹھا ہُوا ہے

یہ طوطا ہلتا جلتا کیوں نہیں ہے
یہ دھاگا میں نے کیوں باندھا ہُوا ہے

حسد کرتے ہیں سارے لوگ مجھ سے
مجھے ہر سانحہ بھُولا ہُوا ہے

کبھی لگتا ہے پاگل بن کے میں نے
کسی بھونچال کو روکا ہُوا ہے

مرے کمرے میں اِتنے **قیسؔ** کیسے
یقیناً آئینہ ٹُوٹا ہُوا ہے

طوفانِ غم شدید تھا ، دِل ننھا سا دِیا
جو کرنا تھا ہواؤں نے ، دِل کھول کر کیا

بنجر ترین ذات پہ ، کچھ ترس آ گیا
اُس نے مرے وُجود کو، اَشکوں سے بھر دیا

جس شخص کے، میں نام سے لاعلم تھا اَبھی
گھر میں بٹھا لیا اُسے، یہ دِل نے کیا کیا

اِک حُسنِ پارسی جو مسیحائے لمس تھا
ماتھے پہ ہونٹ رَکھ کے، سکھا تا تھا کیمیا

زَخموں کا اَندمال ہیں، دیپک نگاہ کے
شبنم پرو کے پلکوں میں ہر بار دِل سیا

محشر سے بھی طویل تھی، شامِ فِراق دوست!
گویا تمہارا نام قیامت تلک لیا

مجنوں تو جانے کتنے ہی گمنام مر گئے
برکت ہے اِسمِ لیلیٰ کی قیسؔ آج تک جیا

کیا آپ ٹوئٹر پر موجود ہیں؟

میرا ٹوئٹر اکاؤنٹ بہت زیادہ ایکٹو ہے۔ روزانہ تازہ اشعار کے ساتھ ساتھ مکمل غزلیات بطور الگ الگ اشعار ٹوئٹر پر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اگر آپ ٹوئٹر پر موجود ہیں تو میرے اس ٹوئٹر ہینڈل سے منسلک ہو سکتے ہیں۔

Twitter.com/**ShahzadQais**

آنکھوں میں اُس کی آس تھی ، دِل میں مرا یقیں
میں کہہ نہ پایا اُس کو کبھی لوٹوں گا نہیں

O

خواب دیکھا تو یہ سزا دُوں گا
کرچیاں، آنکھ میں دَبا دُوں گا

آج شب، آرزُو کا شیش محَل
پر کٹے پنچھی پر گرا دُوں گا

نرم بستر پہ جیسے مرضی سو !
خواب دیکھے گا تو جگا دُوں گا

بت کدہ پہلے دِل میں بن جائے
چل گیا تو حرم بنا دُوں گا

لیلیٰ کا اَصلی نام پوچھتے ہو؟
جب بتائے گی تو بتا دُوں گا

مسئلہ اِس سے حل نہیں ہونا
عشق میں جان تو لڑا دُوں گا

قیسؔ گر لوگ شاعری سمجھے
اَپنی غزلیں میں خود مٹا دُوں گا

چُبھنے لگے ہیں خواب ، دِسمبر سے پہلے آ
دَھڑکن بنی عذاب ، دِسمبر سے پہلے آ

تنہائی ، قتل گاہ میں ، لے جا چکی اے دوست !
ہوتی ہو کامیاب ، دِسمبر سے پہلے آ

ٹھنڈی ترین رات ، عداوت پہ آ گئی
پُر مِہر ماہتاب ، دِسمبر سے پہلے آ

حسرت ہے، سالِ نو کی شروعات تم سے ہو
خوش بخت آفتاب ، دِسمبر سے پہلے آ

شاخِ قرار سے گریں، اَشکوں کی تتلیاں
گُم صُم ہوئے گلاب، دِسمبر سے پہلے آ

"ہاتھوں کو جوڑ کر" اُسے تصویر بھیج دی
خط کا نہ دے جواب، دِسمبر سے پہلے آ

لکھا بیاضِ دَرد میں، شب بھر لہو سے **قیسؔ**
آشوبِ جاں کا باب، دِسمبر سے پہلے آ

میری خدمات حاضر ہیں

میں بطور فری لانسر مختلف افراد، اداروں کے لیے کام کرتا ہوں۔ ویب سائٹ مینجمنٹ، سوفٹ وئر ڈیویلپمنٹ، آن لائن مارکیٹنگ، کاپی رائٹنگ، مضمون و کالم نویسی، کتابوں کی ایڈیٹنگ، شاعری کی تفہیم و اصلاح، جذباتی مشکلات کا حل، کیریئر کونسلنگ وغیرہ میری ترجیحی جابز ہیں۔ جاری پروجیکٹس کے باوجود ہر ماہ پندرہ، بیس گھنٹے اضافی نکل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو ان شعبوں میں سے کسی میں میری خدمات درکار ہو تو رابطہ فرمایئے۔ وقت دستیاب ہونے کی صورت میں، میں حاضر ہوں۔ معاوضہ اور دیگر تفصیلات فون، اسکائپ یا وٹس ایپ پر طے کی جا سکتی ہیں۔

شکریہ

پرافٹ
موت بھی قیسؔ سُود مند رہی
یادِ جاناں سے جان چھُوٹ گئی

یار تھا وُہ ، باوَفا یادَش بخیر
مر گیا، ''اَچھا'' رَہا، یادَش بخیر

آخری تتلی ، گری گلدان سے
آخری جگنو مرا ، یادَش بخیر

سوچتا ہوں ، آج میری جان نے
آہ بھر کے کیوں کہا ، یادش بخیر !

پہلی روٹی پر لڑا کرتے تھے ہم
وُہ زَمانہ کیا ہُوا ، یادَش بخیر

یاد کے گلدان میں ، محفوظ ہے
بچپنے کی ہر اَدا ، یادَش بخیر

چل بسے اِحباب ، اَب کیا سوچنا
کس کا کیسے دَم گھُٹا ، یادَش بخیر

یاد اُن کو ، **قیسؔ** جب آئی مری
سر جھٹک کر کہہ دِیا ، یادَش بخیر

راکھ پلکوں سے لگاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں
سُرخ تحریر جلاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

کھو سا جاتا ہُوں کسی شام کی چائے میں کبھی
اور پھر چائے بناتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

حسرتیں شب کو گریبان پکڑتی ہیں مرا
اور میں سر کو جھکاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

کچھ بھی پیتا ہُوں تو اَشکوں کی رَوانی کے لیے
جام ہونٹوں سے لگاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

زَخم اِک بوسے کی کم فہمی پہ جب ہنستے ہیں
اُن کا منہ بند کراتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

اِسمِ لیلیٰ کو فقط اِس لیے رَکھا مخفی
پھُوٹ کر نام بتاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

سب سدا خوش رہو کہہ کر چلے جاتے ہیں **قیسؔ**
اور میں ہونٹ چباتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

غم سے بھر جاتا ہے، یوں دیدۂ تر، شام کے بعد
کچھ بھی آتا نہیں، نظروں کو نظر، شام کے بعد

یادِ جاناں کے چراغ، اَشکوں سے لبریز ہوئے
دِل میں آباد ہُوا دیپ نگر، شام کے بعد

نیم جاں ہو کے، یوں کونے میں پڑے ہیں، جیسے
دُھوپ میں رَکھا ہُوا، موم کا گھر، شام کے بعد

گل کے رُخسار پہ، تتلی رہی، دِن بھر رَقصاں
گُل کے پہلو میں گرا، تتلی کا پر، شام کے بعد

گفتگو کرتی ہے، ''دیوار'' جو دیوانے سے
دیکھنے لگتا ہے، دیوار کو ''دَر''، شام کے بعد

زیست اِس طرح سے، کاندھوں پہ لئے پھرتے ہیں
جیسے بیمار مسافر کا سفر، شام کے بعد

قیسؔ ! یہ فکرِ سخن نہ ہو تو شب کیسے کٹے !
دِل تو کہتا ہے کہ تُو کچھ بھی نہ کر، شام کے بعد

تاثرات درکار ہیں

مجھے اپنے سائٹ اور دیگر جگہوں پر دینے کے لیے پرخلوص تاثرات درکار ہیں۔ اگر آپ اپنی رائے ارسال کر سکیں تو عین نوازش ہو گی۔

تم کو نہیں قبول شرائط تو اَلوِداع
خط لکھے ہُوئے خون سے آئے ہیں اور بھی

عمر بھر خود کو نہ سزا دینا
ہو سکے تو مجھے بھلا دینا

جب خَزاں پر بہار آ جائے
آرزُو ، راکھ میں دَبا دینا

تتلیوں کی ہے پہلی پہلی خَزاں
جتنا ''ممکن'' ہو، آسرا دینا

رُوح کا کرب، حشر پرور ہے
برف میں آگ نہ لگا دینا

زَرد پتوں پہ لوگ چلتے رَہیں
تتلیاں برف میں دَبا دینا

حتی الامکان بات نہ کرنا
یا فقط ہاں میں ہاں ملا دینا

یہ غزل چاہے ہاتھ پر لکھ لو
قیسؔ کا نام بس مٹا دینا !

ضبط کی کوششِ ناکام پہ رونا آیا
آنکھ کو دَرد کے اِلہام پہ رونا آیا

آئینہ دیکھا تو یک دَم لگا میں ہار گیا
یاس میں لِتھڑی ہُوئی شام پہ رونا آیا

شب اُترتے ہی ہُوئی دَرد کی بوندا باندی
چاند کو برف زَدہ بام پہ رونا آیا

جب کوئی اَچھا لگا آنکھ وَہیں بھیگ گئی
بھولنے بیٹھے تو ہر نام پہ رونا آیا

ایک منحوس نجُومی پہ بہت پیار آیا
اور پھر پیار کے اَنجام پہ رونا آیا

یوں تو دُنیا میں کوئی شخص بھی اَنمول نہیں
تم بِکے جتنے میں اُس دام پہ رونا آیا

ایک دو وعدے بھُلا دینا تو آساں تھا **قیسؔ**
اَن گِنت وعدوں کے اَنجام پہ رونا آیا

کتاب ''عید'' ڈاؤن لوڈ کیجیے

SQais.com/QaisEid.pdf

اِنتظار

دیکھ لُوں اُس کو ہاتھ ملتے ہُوئے
اَب فقط اِس لیے میں زِندہ ہُوں

سو کر اُٹھے ، پرندوں کو حیران کر دِیا
شَب بھر میں ،شہر برف نے ویران کر دِیا

اِک ننھا پنچھی، "پتّوں" کے وعدے پہ رُک گیا!
ٹھنڈی ہَوا نے پیڑ ہی سُنسان کر دِیا

مِحشر سی سَرد رات میں، گھر کی تلاش نے
نازُک ترین تتلی کو ہلکان کر دِیا

شاخوں کی چیخ، سَرد ہوا نے نہ جب سنی
تَب اُس نے اِک دَرخت کو اِنسان کر دِیا

ننھے جزیروں سے ملے، خطِ اَشک شوئی کے
مجھ کو مرے عروج نے حیران کر دِیا

اِحسان زِندگی کا، اُٹھاؤں کہ چھوڑ دوں!
زَخمِ جگر نے ، فیصلہ آسان کر دِیا

طوفانِ دَرد، دِل میں سلا ہی چکے تھے **قیسؔ**
بارش نے پھر سے رونے کا سامان کر دِیا!

مرنے والے "ستارے" بن جاتے
آسماں کتنے پیارے بن جاتے

تارے گننے کا آتا کتنا مزہ !
خوش نظر، غم کے مارے بن جاتے

روشنی بخش ، ٹمٹماتے وُجود
دَھڑکنوں کے سہارے بن جاتے

شوق سے سیکھتے سب علمِ نجوم
خوبصورت اِدارے بن جاتے

عصمتِ شب بحال تر رِہتی
خیر کے اِستخارے بن جاتے

سچے جذبوں کا جسم ہوتا اَگر
حُسن کے شاہ پارے بن جاتے

قیسؔ جو پیارے رِزقِ خاک ہوئے
کاش مر کر ستارے بن جاتے !

چند نا کردہ گناہوں کی سزا لگتی ہے
زیست منحوس پرندے کی دُعا لگتی ہے

رات بھر تکیے کے پھولوں پہ برستا کیوں ہے
دِل ! بتا گہری اُداسی تری کیا لگتی ہے

عمر قید اور کِسے کہتے ہیں ہم کو تو زیست
آس کے دَر پہ بچھا فرشِ عزا لگتی ہے

سوچنے بیٹھوں تو ہر بانسری کی سسکاری
کٹ کے گرتے ہُوئے پیڑوں کی صدا لگتی ہے

آخری گولی بھی ہم جیسے سُبک بختوں کی
گھومتی ، گھامتی تقدیر پہ جا لگتی ہے

روز تقریباً اِسے قتل جو کر سکتے ہیں
قتل کا لڑکی جبھی خون بہا لگتی ہے

آج بھی دیس میں ہر دُوسری لڑکی کو **قیسؔ**
باپ یا بھائی کی مرضی سے حنا لگتی ہے

نام دینے کا درست طریقہ

فیس بک، ٹوئٹر اور دیگر سوشل میڈیا سائٹس پر آپ میرا نام لکھنے کے لیے ہیش ٹیگ کا طریقہ استعمال کیجیے۔ یعنی نام کو یوں لکھیے۔ دونوں الفاظ جوڑ کر اور شروع میں نمبر سائن۔

#شہزادقیس

یوں یہ ہیش ٹیگ بن جائے گا اور نہ صرف اس کو کلک کرنے سے میری دیگر پوسٹوں تک رسائی ہو پائے گی بلکہ دیگر احباب اس ہیش ٹیگ کی مدد سے آپ کی شائع کردہ تحریروں تک بھی پہنچ پائیں گے۔

ظالم
سخت طوفان میں پرندوں کو
صرف ظالم رِہائی دیتا ہے

چاہتوں کا عجب صلہ دے گا
خون سے لکھے خط جلا دے گا

میرے نغمات قتل کر کے اُنہیں
یاد کے صحن میں دَبا دے گا

پھر سے ملنے کا وعدہ کر کے مجھے
آس کی دار پر چڑھا دے گا

تُو مرا کچھ بھی اَب نہیں لگتا
اَب مجھے اور کیا سزا دے گا

بولنے والے طوطے یہ تو بتا
تُو مجھے بولنا سکھا دے گا ؟

دِل تو بچپن میں یہ بھی کہتا تھا
رَب ہمیں ایک دِن ملا دے گا

قیس یہ شعر دِل میں واپس رَکھ
پگلے یہ سب کا دِل دُکھا دے گا

ہجر کے دَرد کو پلکوں پہ بٹھا کر رَکھنا
دیپ اَشکوں کا سَرِ شام جلا کر رَکھنا

چند لوگ آنکھوں کو پڑھنے میں بڑے ماہر ہیں
مجھ کو سوچو تو نگاہوں کو جھُکا کر رَکھنا

غم بلا کا ہو تو تنہا نہیں رویا کرتے
دائرہ وار کئی شمعیں جلا کر رَکھنا

چاند کو دیکھ کے ملنے کی دُعا نہ چھُوٹے
ہاتھ مجبور ہوں تو ''پلکیں'' اُٹھا کر رَکھنا

کانچ کی گڑیا! تجھے دَرد کے ریلے کی قسم
خون روتے ہُوئے فانوس بجھا کر رَکھنا

ہاتھ خوشبو کے، میں بھیجوں گا محبت کا سلام
زُلف میں تازہ کلی روز سجا کر رَکھنا

سارے زَخموں کو نہ شعروں میں اُڑا دینا **قیسؔ**!
دِل کی دَھڑکن کو بھی کچھ زَخم بچا کر رَکھنا

○

زَخم گلدان میں سجائے بہت
سُرخ کاغذ پہ دِل بنائے بہت

آرزُو کی لَحَد اُجاڑ رہی
موسموں نے دِیئے جلائے بہت

اُس گھڑی خوب لا جواب ہُوئے
بعد میں تو جواب آئے بہت

ٹَس سے مَس نہ ہُوئی اُداس فَضا
تازہ پھولوں کو گھر میں لائے بہت

آپ شب واقعی اَکیلے تھے؟
جانے کیوں رات یاد آئے بہت

سرد لہجے کی کپکپی نہ گئی
بھیگے اَوراق تو جلائے بہت

زَخم ناسُور بن گئے جب **قیسؔ**
چند اِحباب مسکرائے بہت

کسکتی یادوں کے غم دِل میں یوں ٹھکانے لگے
اُداس پنچھی مرے گھر میں گھر بنانے لگے

یقیں تو آیا مگر دِل کو کچھ ہُوا میرے
قسم وُہ سر کی مرے بار بار اُٹھانے لگے

غزل جو زانو پہ سر رَکھ کے اُن کے لکھی تھی
کسی کے زانو پہ سر رَکھ کے گنگنانے لگے

طبیب، موت پہ سنجیدگی سے سوچتے ہیں
صلیبِ جسم میں یوں دَرد دَندنانے لگے

وَفا کے نام پہ اِس شہر میں وُہ ظلم ہُوئے
وَفا کے ذِکر سے عِفریت خوف کھانے لگے

کمالِ ذوق نے ہمدم بغیر رَکھا ہے
تمام یار تو مدت ہُوئی ٹھکانے لگے

یقیں نہ آئے جہاں کو تو کیسی حیرت **قیسؔ**
کہ اَپنے قصے تو خود ہم کو بھی فسانے لگے

میں ترے خط "اَگر" جلاؤں گا
راکھ کو گنگا میں بہاؤں گا

ہجر، ساوَن میں بخشنے والے
اَبر بن کر تجھے رُلاؤں گا

تُو تو مہندی پہ مہندی رَنگ لے گی
میں تجھے کس طرح بھلاؤں گا

اِسمِ جاناں کلائی پر لکھ کر
اُس پہ سگریٹ کئی بجھاؤں گا

تجھ کو بدنام کر نہیں سکتا
دُوسری وَجہ کیا بتاؤں گا

اَگلی بار اِس جہاں میں آیا تو!
ریت میں سر نہیں دَباؤں گا

فیصلہ کن گھڑی سے پہلے **قیسؔ**
اُس کو دِل کھول کر ہنساؤں گا

دَرد کا شَہر بساتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں
روز گھر لوٹ کے آتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

جانے کیا سوچ کے لے لیتا ہُوں تازہ گجرے
اور پھر پھینکنے جاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

جسم پر چاقو سے ہنستے ہُوئے جو لکھا تھا
اَب تو وُہ نام دِکھاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

دُور جاتا ہو کوئی ، یار سبھی کہتے ہیں
صرف میں ہاتھ ہلاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

راہ تکتے ہُوئے دیکھوں جو کسی تنہا کو
جانے کیوں آس دِلاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

روز دِل کرتا ہے منہ موڑ لوں میں دُنیا سے
روز میں دِل کو مناتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

چند چپ چاپ سی یادوں کا ہے سایہ مجھ پر
قیسؔ بارِش میں نہاتے ہُوئے رو پڑتا ہُوں

حوصلہ مجھ میں بھی بَلا کا تھا
راستہ غالبا وَفا کا تھا

جل بجھیں تتلیاں محبت کی !
دَشت بِپھرا ہُوا اَنا کا تھا

عشق اَپنا گناہ لگنے لگا
رنگ تازہ اَبھی حنا کا تھا

میں دَلائل پہ تکیہ کر بیٹھا
آہ ! وُہ وَقت اِلتجا کا تھا

کل جسے عُمر بھر کو چھوڑ دِیا
پیار بھی اُس سے اِنتہا کا تھا

ہر دُعا دی جدائی پر اُس نے
لیکن اَنداز بد دُعا کا تھا

قیسؔ تھا لاجواب ، لیلیٰ بھی
جب سوال ایک کی بقا کا تھا !

دِل بھر گیا وَفا سے، کسی بے وَفا کے بعد
کھل کر بتوں کو پُوجا ہے، ہم نے خُدا کے بعد

بتلا رہے تھے زَرد لِفافے، ہَوا کا رُخ
پتوں کے خط ملے مجھے، ٹھنڈی ہَوا کے بعد

اَشکوں کی آبشار میں ہچکی بھرا جواب
تعزیرِ عشق پر لگی، ''حُسنِ اَدا'' کے بعد

اَچھا ہُوا کہ کوئی بھی محرم نہ مل سکا
دِل میں جگہ بھی تھی کہاں، اَپنی اَنا کے بعد

شاید مری طلب میں، کمی تھی خُلوص کی
تسکین وَرنہ ہوتی ہے، سچی دُعا کے بعد

دُنیا سے جانے والوں کے چہروں پہ ہے رَقم
زِندان گھر ہی لگتا ہے، لمبی سزا کے بعد

قیسؔ آج لوگ ٹُوٹ کے، چاہیں ہمیں تو کیا
اَب ہم نرے بدن ہیں، کسی ''آتما'' کے بعد

ہر سِتم ایک دَم دِسمبر میں
جَم سے جاتے ہیں غم دِسمبر میں

سال بھر اِس لیے میں رویا ہُوں
دِل بھرے کم سے کم دِسمبر میں

یادیں چھٹی منانے آئیں تھیں
گھر سے نکلے نہ ہم دِسمبر میں

ہر شجر پر خَزاں نے گاڑ دِیا
ایک اُجڑا عَلَم دِسمبر میں

برف کی کرچیاں ہیں پلکوں پر
آہ ! یہ چشمِ نم دِسمبر میں

ریڑھ کی ہڈی تک اُتر آئے
سرد مہری ، اَلَم دِسمبر میں

لیلیٰ سے بڑھ کے موت اَچھی لگی
قیسؔ رَب کی قسم دِسمبر میں

○

غم نے سُکوتِ شام کا وُہ حال کر دِیا
آسیب چیخ اُٹھا ، مجھے کیسا گھر دِیا

کھڑکی سے مل کے، گرتی ہوئی برف چھیڑیں گے
ہم پھر ملیں گے، موت نے موقع اَگر دِیا

برداشت کی چٹان سے، چشمہ اُبل پڑا
اِس سخت سردرات نے، دِل سخت بھر دِیا

اِک بے وَفا پہ، لفظ سبھی آزمائے ہیں
دُنیا سمجھتی ہے، مجھے رَب نے ہنر دِیا

برفانی شخص نے سنا، شب بھر مرا کلام
دِل دَرد نے، بے دَرد کو، ہم دَرد کر دِیا

اِک معذرت کا پھول، لحد پر سجا دِیا
صد شکر، بے وَفا نے، وَفا کا، اَجر دِیا

پالا کسی سخی سے پڑا اور اُس نے **قیسؔ**
دوزخ مثال دُھوپ میں، غم کا شجر دِیا

زَخم دَر زَخم مرے پاس ہے اور کچھ بھی نہیں
میری مشکل میرا اِحساس ہے اور کچھ بھی نہیں

پنگھٹوں پر ہیں اُداسی کی چڑیلیں رَقصاں
پھول پر موسمِ اَفلاس ہے اور کچھ بھی نہیں

فاختہ تتلی کے پر منہ میں لئے پھرتی ہے
عشق تو ذِہن کا خناس ہے اور کچھ بھی نہیں

لُوٹنے والے کے بچوں سے میں شرمندہ ہُوں
میرے دامن میں فقط یاس ہے اور کچھ بھی نہیں

شیر نہ بننا کہیں بھوک سے مر جاؤ گے
زیست کے پاس فقط گھاس ہے اور کچھ بھی نہیں

شاعروں سے بڑا محروم یہاں کوئی نہیں
شاعری خوشنما بکواس ہے اور کچھ بھی نہیں

قیسؔ بازار میں جذبات کے ہر تازہ غزل
چند ارمانوں کا اِجلاس ہے اور کچھ بھی نہیں

خط مرا پڑھتے ہی جلا دینا
بے بسی تک مری بھلا دینا

زَرد پتّوں کو دے کے خونِ جگر
سرمئی راکھ میں دَبا دینا

ہم ملے تھے جہاں ، بطورِ سزا
خط اُسی جھیل میں بہا دینا

نام لکھے بنا اَگر نہ بنے
نقش اِک پانی پر بنا دینا

''ساری دُنیا کی خیر ہو یا رب''
اَب مجھے اِس طرح دُعا دینا

عید کی رات ، پیار کی دیوی !
قبر پر شمع نہ جلا دینا

قیسؔ ! پلکوں کو پونچھ کر لکھو
پڑھنے والوں کو نہ رُلا دینا

پتھر وَفا کا حُسن کو بھاری ہے آج بھی
مجنوں کی رَنج اُٹھانے کی باری ہے آج بھی

مندر کی ایک اینٹ بھی سالم نہیں رہی
سجدے میں نیم جان پجاری ہے آج بھی

سب جان سے گزرتے ہیں جس کو گزار کر
ہم نے تو ویسی رات گزاری ہے آج بھی

ہنستے ہیں اَپنے دامنِ صد چاک پر وُہ لوگ
دولت جنہیں خلوص سے پیاری ہے آج بھی

اے کاش اُس کو جاں کنی سے پہلے کہہ سکوں
یہ جان مری جان تمہاری ہے آج بھی

پلکوں نے اِتنی اِیڑیاں رَگڑیں شبِ فراق
زَم زَم تمہاری یاد کا جاری ہے آج بھی

لیلیٰ پہ **قیسؔ** کو مرے صدیاں گزر گئیں
دَشتِ جنوں پہ عشق ساطاری ہے آج بھی

کون ہے جس پہ جاں وَبال نہیں
زیست آرام دِہ خیال نہیں

لاج سے سرخ گل کو کیا معلوم
بھنورے کا پیار لازَوال نہیں

آدمی رِزق کا وَسیلہ ہے
آدمی رَبِّ ذُوالجلال نہیں

لیلیٰ بھی ہر جگہ پہ آئے نظر
لیلیٰ کی بھی کوئی مثال نہیں

حُسنِ شعری عطائے رَبی ہے
شاعروں کا کوئی کمال نہیں

فکر نہ کر پہنچ ہی جاؤں گا
یہ مرا پہلا اِنتقال نہیں

موت آسان ہوگی اُس پہ **قیسؔ**
جس کے لب پر کوئی سوال نہیں

○

پرانے ہونے لگے پھُول، جاناں لوٹ آؤ
ہمیں نہ جانا کہیں بھُول، جاناں لوٹ آؤ

تمہارے راستے پہ آنکھیں، آنکھوں میں جاں ہے
نہ اِنتظار کو دو طُول ، جاناں لوٹ آؤ

مہینے ، ہفتے نہیں ، تم تو سال بھول گئے
کہاں پہ ہو گئے مشغول ، جاناں لوٹ آؤ

اَنا ہلاک ہُوئی ، ہر غُرور ٹُوٹ گیا
تمہارے پاؤں کی ہم دُھول ، جاناں لوٹ آؤ

اِس اِنتظار سے بڑھ کر ، صلیب کوئی نہیں
نہ جائیں ہم بھی کہیں جُھول ، جاناں لوٹ آؤ

فرشتے قبر میں اُس کو حساب دینے لگے
یہ پڑھنا جس کا تھا معمول ، جاناں لوٹ آؤ

بچھڑنے والا تو **قیسؔ** عمر بھر نہیں لوٹا
"فقط" غزل ہوئی مقبول ، جاناں لوٹ آؤ

یار آتے ہیں کم دِسمبر میں
ساتھ دیتے ہیں غم دِسمبر میں

آس کے لڑکھڑاتے ، زَخمی چراغ
توڑ دیتے ہیں دَم دِسمبر میں

''چند دِن'' اور کتنے ہوتے ہیں
کھُل گیا ہر بھرم دِسمبر میں

چند شعروں نے سُن کیا وَرنہ
توڑ دیتے قلم دِسمبر میں

برف کے بُت کی آنکھ بھر آئی
اِس قدَر روئے ہم دِسمبر میں

سرد موسم کا ہے اَثر شاید
سبز رہتے ہیں غم دِسمبر میں

خشک پھول آخری کتاب کے قیسؔ
کر دِیئے ہم نے نم دِسمبر میں

○

بہت پرانی کتھا ہے، بہت حسین پری
سیاہ قلعے کے شیطان جن کی قید میں تھی

بدلتے ماہ سے پہلے چھڑا کے لانا تھا
میں شاہ زاد تھا اور کوہِ قاف جانا تھا

کہیں پہ ٹوپی سُلیمانی جاں بچاتی رہی
کہیں بزرگ کی شمشیر کام آتی رہی

کہیں پہ اَژدَہے کے ٹکڑے ٹھیک چار کیے
کہیں پہ آتشی پنچھی کے دِل پہ وار کیے

قدم قدم پہ ہُوئے اِمتحاں اِرادوں کے
پچاس ڈھانچے نظر آئے شاہ زادوں کے

شکستہ قبر پہ کچھ اُلٹا کتبہ رَکھا تھا
جب اُس کو سیدھا کیا، میرا نام لکھا تھا

وَظیفہ دَھڑکنوں کے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا
حلق میں تھوک نگلتے ہُوئے میں بڑھتا گیا

لہو کی بُوتھی ہَوا میں، چراغ روتے ہُوئے
دُھوئیں میں چل رہا تھا غالباً میں سوتے ہُوئے

سنہری بونے کو فرمان جعلی دِکھلایا
تب اُس نے قفل کوئی اِسم پڑھ کے پگھلایا

مَحَل کے مرکزی حصے میں پہنچا ہمت سے
پری کو دیکھ کے دِل بھر گیا محبت سے

وُہ کھلکھلا کے ہنسی، شاد باغ ہونے لگی
مگر میں جونہی ہنسا، ہچکیوں سے رونے لگی

جو پوچھا حُسن پری، ہنسنے کا سبب کیا ہے
وُہ بولی آدمی کو آج جا کے دیکھا ہے

کہا یوں پھُوٹ کے رونا سمجھ سے باہر ہے
وُہ بولی جان سے جاؤ گے صاف ظاہر ہے

کہا کہ کیسے کوئی جن کو مار سکتا ہے ؟
وُہ بولی طوطے کو مارو تو ہار سکتا ہے

سیاہ چیخوں کے آئینہ خانوں سے گزرا
طلسمِ ذات کے مخفی خزانوں سے گزرا

چڑیل زاد کا منہ آئینے سے نوچ لیا
سفید طوطے کو اُڑتے سمے دَبوچ لیا

طلسمی طوطے کی جب زِندگی ٹھکانے لگی
دَھمک چٹانوں کے چلنے کی دِل ہلانے لگی

وُہ خوفناک صدا میں چنگھاڑا آدم بُو
زَباں پہ جاری کیا میں نے وِردِ اَللہ ہُو

ہَوا نے روک لیے سانس، حبس بڑھنے لگا
میں اُونچے ٹیلے پہ ہتھیار لے کے چڑھنے لگا

نشانہ آنکھ کا اُس کی، وَظیفہ پڑھ کے لیا
لگا جو عین نشانے پہ رَب کا شکر کیا

گرا تو ہاتھیوں کا غُول گر گیا جیسے
مجھے ہے آج بھی حیرت وُہ مر گیا کیسے

ستم گروں پہ خدا کی زَمین تنگ ہُوئی
سنہری بونوں سے میری شدید جنگ ہُوئی

طلسم ہوش رُبا کا اَثر اُترنے لگا
چٹان جیسا محل پھونک سے بکھرنے لگا

حصار کالی صداؤں کا توڑ کر نکلے
زمیں پہ آتی ہُوئی چھت سے دوڑ کر نکلے

اُڑن کھٹولے پہ بیٹھے وَطن میں آئے ہم
عظیم جشن کی خوشیاں خرید لائے ہم

وِصال ہوتے ہی خوشبو کے جھرنے بہنے لگے
خوشی کے جام کدے میں پری رہنے لگے

ہنسی، نصیب کی ریکھا سے پھر جدا نہ ہُوئی
حیات نام سے بھی غم کے آشنا نہ ہُوئی

*****

*****

مگر حسین پری یہ تو تھی اَلف لیلیٰ
حیات کے ہیں سوالات مختلف لیلیٰ

یقینِ عشق میں کچھ کچھ گمان رَکھتا ہُوں
چھپا کے تجھ سے بھی تیر و کمان رَکھتا ہُوں

حیا کا شیش محَل ، شیش ناگ ہو نہ کہیں
شجر کا نُور ، جہنم کی آگ ہو نہ کہیں

پھر اَپنے دِل پہ بھی تو پختہ اِعتماد نہیں
نجانے کب یہ کہے ، کیسا وعدہ ، یاد نہیں

جنون دِل کا ہے یا جسم کی ضَرورَت کا؟
یہ عشقِ لیلیٰ ہے یا عشق صرف عورَت کا؟

بھرم وَفا کا کبھی ٹُوٹ بھی تو سکتا ہے
یہ ہاتھ رَب نہ کرے چھُوٹ بھی تو سکتا ہے

پھر اُس کے بعد عمل کے طلسم خانے ہیں
اَبھی تو بازُو بھی دونوں نے آزمانے ہیں

چلو یہ فرض کیا ایک دُوسرے کے ہُوئے
ملن کی بعد کی اَب رَہنمائی کس سے ملے؟

قَدم قَدم پہ ہے اِک کوہِ قاف رَسموں کا
جو ہاتھ ہی نہ رہیں ، اِعتبار قسموں کا ؟

فِشارِ زیست پہ حیرت سے آنکھ ملتے ہیں
رَواجِ زِندوں کے تو لاش پر بھی چلتے ہیں

نہ تیرے بھائی ہیں بونے نہ باپ جن جیسا
نمٹنے کے لیے ہونا پڑے گا اِن جیسا

کہانیوں میں بڑے "ساتھ" جان دیتے ہیں
یہاں بزرگ ہی شمشیر تان لیتے ہیں

بہادَر آدمی کیسے لڑے کمینوں سے
کئی عزیز نکلتے ہیں آستینوں سے

تجھے "قریبی" بلاؤں سے پالا پڑنا ہے
تمام عمر کئی وَسوسوں سے لڑنا ہے

طلسمی مکڑیاں رِہ رِہ کے سٹپٹائیں گی
ہمارے بیچ میں جب پھپھیاں ٹانگ اڑائیں گی

یہ سات مرحلے طے ہو بھی جائیں تو کیا ہے
ہمارے چاروں طرف عالمِ زَر پھیلا ہے

''اَناج خور'' ہمیں مار بھی تو سکتے ہیں
یہ داستاں نہیں ہم ہار بھی تو سکتے ہیں

پھر اَپنے غنچوں کی راہیں سنوارنی ہوں گی
سیاہ قلعے میں عمریں گزارنی ہوں گی

سیاہ موسموں کی ریت سے گزرنا ہے
جو زِندگی رہی تو بار بار مرنا ہے

خوشی کا لمحہ بھی تب جا کے منہ دِکھائے گا
سفید بالوں کا جب تاج سر پہ آئے گا

شبِ وِصال مری جان ایک منزل ہے
رَہِ حیات تو ساحل کے بعد ساحل ہے

سو میں یہ سمجھا ہُوں ہر داستان آدھی ہے
طلسمِ وَصل کے بعد اَصل باب باقی ہے

ملن کے بعد پہ ملتی کوئی کتاب نہیں
یہ وُہ سوال ہے جس کا کوئی جواب نہیں!

کہانی جان کے گر عاشقی میں آؤ گے
تو **قیسؔ** رو کے یہ کہتا ہے، ہار جاؤ گے!!

بہت سلیقے سے چیخ و پکار کرتے رہے
ہم اَپنے دَرد کے مرکز پہ وار کرتے رہے

زِیادہ عمر تو گاڑی گھسیٹنے میں کٹی
جہاں پہ ہوسکا قسطوں میں پیار کرتے رہے

اُداس رُت میں جو یادوں کا اُجڑا گھر کھولا
یقینی وعدے بہت سوگوار کرتے رہے

کبھی کبھی تو فقط چائے کی پیالی سے
خَزاں کی بوڑھی تھکن کو بہار کرتے رہے

ہزاروں خواہشوں کو دِل میں زِندہ گاڑ دِیا
پُلِ صراط کئی روز پار کرتے رہے

بوقتِ زَخم شماری یہ راز فاش ہُوا
ہم اَپنی جیب سے کچھ بڑھ کے پیار کرتے رہے

بہت سے لوگوں پہ قیسؔ اَچھا وَقت آیا بھی
ہمارے جیسے تو بس اِنتظار کرتے رہے

ہجر پابندِ ماہ و سال نہیں
ہجر کے اَوج کو زَوال نہیں

اور لوگوں سے کیا کروں شکوہ
آپ کو جب مرا خیال نہیں

دُوسروں کے گناہ پر ہے نظر!
ناصحوں کا بھی کوئی حال نہیں

مشورہ دیں تجھے بھلانے کا ؟
دُنیا والوں کی یہ مجال نہیں

سر پہ گر قلب حکمرانی کرے
کوئی بھی راستہ مُحال نہیں

بت بھی جھک جاتے تیرے آگے صنم
تجھ کو سجدہ مرا کمال نہیں

قیسؔ کی عاجزی پسند آئی
شاعروں کا وَگرنہ کال نہیں

کلیوں سے اِک مزار سجانا پڑا مجھے
قدموں میں اُس کے لوٹ کے آنا پڑا مجھے

دو آنکھیں ایک وعدے کی تھیں اِتنی مُنتَظِر
تابوت میں دَریچہ بنانا پڑا مجھے

اُس نے دِکھائی بھی تھی مجھے پُڑیا زَہر کی
گاؤں سے پھر بھی شہر میں آنا پڑا مجھے

رَب جانے کیا کمی تھی نئے کمرے میں مرے
اِک کونا آنسوؤں سے سجانا پڑا مجھے

دِن رات کے حساب سے جب تنگ آ گیا
زِنداں میں ایک پودا لگانا پڑا مجھے

آنکھیں تھیں سخت سُوجی ہُوئیں اُس کی خواب میں
دَریا میں ایک دیپ بہانا پڑا مجھے

باقاعدہ وُہ دیر سے آنے لگا تھا **قیسؔ**
سُورَج کو دِل کا داغ دِکھانا پڑا مجھے

○

جو ستم کا شکار ہوتے ہیں
عادتاً بردبار ہوتے ہیں

تیری تصویر روک لیتی ہے
کام تو بے شمار ہوتے ہیں

خوب خوابوں کی آرزُو کر کے
رات بھر بے قرار ہوتے ہیں

جو پیاسوں کو کھینچ کر رکھیں
ساقیوں میں شمار ہوتے ہیں

موسموں سے جو عشق کرتے ہیں
موسموں کا شکار ہوتے ہیں

سردیوں میں نہ چوٹ کھا لینا
سرد غم پائدار ہوتے ہیں

قیسؔ وُہ ہو گا اُس قَدَر تنہا
جس قَدَر جس کے یار ہوتے ہیں

زَخموں پہ ہے شباب ، دِسمبر کے بعد بھی
مرہم ہُوا عذاب ، دِسمبر کے بعد بھی

تاوانِ سادگی ہے کہ رِشتوں کا قرض ہے
چلتا رَہا حساب ، دِسمبر کے بعد بھی

ہم دوستانہ طعنوں پہ، ساکِت کھڑے رہے
چپ چاپ، لاجواب، دِسمبر کے بعد بھی

اَفسوس جوئے خون بھی نہ کام آ سکی
مَٹی کے ہیں گلاب ، دِسمبر کے بعد بھی

تعبیر کی تلاش میں بھاگا ہُوں کانچ پر
ہیں خواب "صرف" خواب، دِسمبر کے بعد بھی

شاخوں پہ پھول، پتے، پرندے تک آ گئے
آیا نہیں جواب ، دِسمبر کے بعد بھی

نمناک آنکھیں پڑھتی ہیں، بے آس ہو کے **قیسؔ**
دِل کی دُکھی کتاب، "دِسمبر کے بعد بھی"

میں کہ مل جاتا ہُوں اَبھی تنہا
کاٹتا نہ تھا اِک گھڑی تنہا

یاد سے یاد کا تعلق ہے
دَرد اُٹھتا نہیں کبھی تنہا

موت تنہا ترین محرم ہے
پائیں گے سب ہی آگہی تنہا

"تُوتو" آتے ہی" رو پڑا بچے!
کاٹنی ہے ابھی صدی تنہا

حوصلے پر خدا کے پیار آیا
کاٹ لی جب یہ زِندگی تنہا

تجھ سا تو مولا کوئی تھا ہی نہیں!
عمر کیوں مجھ کو بخش دی تنہا

ڈائری کے وَرَق تمام ہُوئے!
قیسؔ گزرا یہ سال بھی تنہا

ختم
بد دُعا کو بھی دِل نہیں کرتا
دوستی اِتنی پکّی ٹُوٹی ہے

اِس ای بُک کے بارے میں

یہ ای بک میری زیرِ طبع کتاب ''دِسمبر کے بعد بھی'' کے منتخب کلام پر مبنی ہے۔ اگر یہ غم چینی حضور کو کسی قابل لگی تو امید ہے کہ پوری کتاب بھی بہت زیادہ پسند آئے گی۔ آپ ''دِسمبر کے بعد بھی'' کی کتابی صورت میں اشاعت اور دیگر تخلیقات سے باخبر رہنے کے لیے میرے سائٹ پر موجود ای میل نیوز لیٹر میں شامل ہو سکتے ہیں۔

شکریہ

دِل کی اِک عمر ''جبری مشقت'' کے باوجود
آخر کسی کے ہجر نے دَھڑکن ہی روک دی

کچھ اپنے بارے میں

میرا نام شہزاد قیس ہے۔ میرا تعلق لاہور پاکستان سے ہے۔

بنیادی تعلیم کمپیوٹر سائنس، بزنس مینجمنٹ ہے۔ اس کے علاوہ متعدد پروفیشنل ڈپلوماز، سرٹیفیکیٹس وغیرہ بھی حاصل کر چکا ہوں۔ بنیادی جاب ایریاز ویب سائٹ مینجمنٹ، سوفٹ ویئر ڈیویلپمنٹ، آن لائن مارکیٹنگ ہیں۔

اردو اور اردو تہذیب کے پھیلاؤ سے مجھے خصوصی دلچسپی ہے۔ اردو کی سب سے بڑی آن لائن لائبریری اقبال سائبر لائبریری کے سائٹ کی خیال اور تکمیل پر صدر پاکستان سے اعزازی شیلڈ بھی وصول کر چکا ہوں۔ علامہ اقبال پر پہلی ملٹی میڈیا سی ڈی بنانے پر وزیر اعظم پاکستان سے اعزاز وصول

کیا۔ اس کے علاوہ ڈھیروں اردو، اسلامک ویب سائٹس/سی ڈیز بنائیں اور بہت سے سائٹس پر مرکزی ایڈمن یا انتظامیہ میں رہ چکا ہوں۔

میں یکم مئی 1994 سے شعر کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میری ایک کتاب ''لیلیٰ'' شائع ہو چکی ہے۔ بہت سی ای بکس ریلیز ہو چکی ہیں۔ چار سو سے زائد موجود غزلیات میں سے زیادہ مشہور

وہ اتنے نازک ہیں، وہ اتنا دلکش ہے، ردیف قافیہ بندش خیال لفظ گری وغیرہ شامل ہیں

پچیس ستمبر تاریخ پیدائش کے حساب سے میرا برج میزان (لبرا) بنتا ہے۔

بلی نے اَشک پونچھے مرے اور چلی گئی
اِتنی دُکھی فضا میں کوئی کب تلک رہے

Information

Title:	December Kay Baad Bhi
Author:	Shahazad Qais
Description:	This is a Selection of Sad Urdu Poetry Book **December Kay Baad Bhi** by **Shahzad Qais**
Copyright:	(c) 2011-2017Shahzad Qais. All rights reserved.
Permission:	You can distribute this ebook unchanged for non-commercial purposes. For other usage please contact.
Pages:	199
Published:	31December 2011
Updated:	07 December 2016
Publisher:	Shahazad Qais
Website:	www.SQais.com
Email:	info@SQais.com
FaceBook:	FB.com/ShahzadQais
FanPage:	FB.com/SeeQais
Group:	FB.com/groups/SQais
Twitter:	www.Twitter.com/!#/ShahzadQais

کسی نے حال کل اِتنے خلوص سے پوچھا
ہمارے ہاتھ کی اُجڑی لکیر رونے لگی

میری کتب کا مختصر تعارف

قارئین کی سہولت کے لیے میری ہر کتاب کسی خاص موضوع پر ہے اور اپنے آپ کو اسی مرکزی خیال کی حد تک کھولتی ہے۔

''لیلیٰ'': رومانوی شاعری پر مشتمل ہے۔

''دِسمبر کے بعد بھی'': غمگین شاعری پر مشتمل ہے۔

''تتلیاں'': حُسنِ فطرت اور صنف نازک کے لطیف جذبات سے متعلق ہے۔

''عید'': عید اور اس سے جڑے ہوئے ست رنگی احساسات پر مشتمل ہے۔

''غزل'': اردو غزل کی اہمیت، انفرادیت اور خصوصیات کا قصیدہ ہے۔

''عرفان'': تلاشِ ذات، معرفت نفس اور عرفانی موضوعات پر مبنی ہے۔

''انقلاب'': وسائل کی ناعادلانہ تقسیم کا کرب اور اس کے ممکنہ حل پر مبنی ہے۔

''وُہ اِتنا دِلکش ہے'': 1111 اشعار پر مشتمل اُردُو کی طویل ترین غزل۔

''نمکیات'': میرے مزاحیہ اور ظریف کلام پر مبنی ہے۔

''نقشِ ہفتم'': پہلے سے موجود زمینوں پر لکھی جانے والی غزلیات کا مجموعہ ہے۔

''اِلہام'': مذہبی، روحانی اور عقیدتی شاعری پر مبنی مجموعہ کلام ہے۔

''شاعر'': شعر، شاعر اور شاعری کا نوحہ ہے۔ شاعر کی عظمت اور ہر سمت سے ناروا برتاؤ کی ایک تفہیم۔

''ایک شعر'': مختصر اور مقبول ترین صنف یعنی ''ایک شعر'' پر مشتمل مجموعہ کلام ہے۔

تمام کتب کا متن ڈاؤن لوڈ کیجیے

آپ میری تمام کتب کا متن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔ پی ڈی ایف فائلیں جیسے جیسے تیار ہوں گی ویب سائٹ پر دستیاب ہوتی جائیں گی۔ٹیکسٹ فائلیں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل لنکس سے استفادہ کیجیے۔

http//:SQais.com/**QaisLaila**.txt

http//:SQais.com/**QaisDecember**.txt

http//:SQais.com/**QaisTitliyan**.txt

http//:SQais.com/**QaisEid**.txt

http//:SQais.com/**QaisGhazal**.txt

http//:SQais.com/**QaisIrfan**.txt

http//:SQais.com/**QaisInqilab**.txt

http//:SQais.com/**QaisDilkash**.txt

http//:SQais.com/**QaisNamkiyaat**.txt

http//:SQais.com/**QaisNaqsh**.txt

http//:SQais.com/**QaisIlhaam**.txt

http//:SQais.com/**QaisShayer**.txt

http//:SQais.com/**QaisShair**.txt

تمام کتب ایک ذپ فائل کی صورت میں

http//:SQais.com/**QaisAll**.zip

حرفِ آخر

جب تلک لکھنے والا زندہ ہے
ہر غزل نا تمام ہے صاحب

میری تمام شاعری ایک دائمی طالب علم کی مسلسل سیکھنے کی جدو جہد ہے۔ اس ضمن میں کسی کلام میں تبدیلی یا منسوخی کا عمل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ کسی بھی پہلو میں کوئی نقص یا بہتری کی تجویز رکھتے ہوں تو میں تہہ دل سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ضرور لکھیے میں حتی الامکان اپنے بیان، اظہار، مطالب اور پیشکش میں بہتری لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

اِس قدَر دیر کی عیادَت میں
زِندگی اُس کے منہ پہ دے ماری

آپ کا شکریہ

اتنے مصروف دور میں اس عاجزانہ کاوش کو چند لمحے دینے پر میں تہہِ دل سے آپ کا شکر گزار ہوں۔ اپنے پسندیدہ شعر سے متعلق رائے دینے یا اپنے قیمتی مشوروں سے نوازنے کے لیے ضرور رابطہ کیجیے۔ خوش رہیے۔

خدا حافظ

شہزاد قیسؔ۔ لاہور

اَلوداع

آخری پیڑ جونہی زَرد ہُوا
تتلیاں ، تتلیوں سے ملنے لگیں